AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

معاشی محرومی اور وسائل سے بے دخلی بطور ذریعہ نسل کُشی: Genocide Convention کی دفعہ دوم (ج) کا قرآن و سنت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

Economic Deprivation and Resource Dispossession as Means of Genocide: A Study of Article II(c) of the Genocide Convention in the Light of the Qur'an and Sunnah

Rafiullah
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University Mardan. Email: rafiullahrabani@gmail.com
Dr. Muhammad Zubair
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University Mardan. Email: zubair@awkum.edu.pk

Abstract

Genocide is frequently understood primarily in terms of direct mass killing; however, international law recognizes that the physical destruction of a protected group may also be pursued through the deliberate creation of life-threatening conditions. Article II(c) of the Convention on the Prevention and Punishment of the Crime of Genocide (1948) identifies as genocide, when accompanied by the requisite specific intent, the deliberate infliction on a national, ethnical, racial, or religious group of conditions of life calculated to bring about its physical destruction, in whole or in part. Such conditions may include the deliberate deprivation of resources indispensable for survival, including food, medical services, shelter, and systematic expulsion from homes. This study examines economic deprivation, dispossession of property and resources, destruction of livelihoods, and denial of essential means of survival as possible components of genocidal processes. It further analyses these issues in the light of the Qur'an and Sunnah through the concepts of zulm, fasad fi al-ard, istikbar, istid'af, protection of property, equitable circulation of wealth, justice, and the sanctity of human life. The Qur'anic accounts of Pharaoh, Qarun, affluent elites, and the people of Prophet Shu'ayb are examined to identify principles governing economic oppression, group-based subjugation, abuse of wealth, and social corruption. Prophetic teachings concerning the inviolability of life and property, prohibition of unlawful appropriation of land, protection of persons under covenant, and common access to essential resources are also analysed. The study establishes that poverty, inequality, resource competition, or economic exploitation do not in themselves constitute genocide. They acquire genocidal legal significance only where the material requirements of the Convention and the specific intent to destroy a protected group are established. The Qur'an and Sunnah, however, address economic injustice at an earlier stage by prohibiting those forms of oppression, exclusion, dispossession, and group-based discrimination that can contribute to conditions conducive to mass atrocity. The study concludes that the Islamic principles of justice, protection of life and property, and prevention of systematic deprivation provide a significant normative framework for understanding and preventing the economic dimensions of genocidal violence.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

Keywords: *Genocide; Genocide Convention; Article II(c); Economic Deprivation; Resource Dispossession; Fasad fi al-Ard; Istid'af; Qur'an; Sunnah; Economic Justice.*

نسل کُشی عصرِ حاضر کے بین الاقوامی قانون میں انسانیت کے خلاف انتہائی سنگین جرائم میں شمار ہوتی ہے۔ عام فہم تصور میں نسل کُشی سے مراد کسی قومی، نسلی یا مذہبی جماعت کے افراد کا بڑے پیمانے پر قتل لیا جاتا ہے، لیکن بین الاقوامی قانون نے اس جرم کو صرف براہِ راست قتل تک محدود نہیں رکھا۔ کسی مخصوص انسانی گروہ کو اس طرح زندگی کے بنیادی وسائل سے محروم کر دینا کہ اس کی جسمانی بقا شدید خطرے میں پڑ جائے، مخصوص قانونی شرائط کی موجودگی میں نسل کُشی کے ارتکاب کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اسی حقیقت کو 1948ء کے Convention on the Prevention and Punishment of the Crime of Genocide نے قانونی حیثیت دی۔[1]

کنونشن کی دفعہ دوم میں نسل کُشی کے پانچ مادی افعال بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں محفوظ گروہ کے افراد کو قتل کرنا، انہیں شدید جسمانی یا ذہنی ضرر پہنچانا، ایسے حالاتِ زندگی دانستہ طور پر مسلط کرنا جو گروہ کی کلی یا جزوی جسمانی تباہی کا باعث بنیں، گروہ میں پیدائش روکنے کے اقدامات کرنا، اور بچوں کو جبراً دوسرے گروہ میں منتقل کرنا شامل ہیں۔ زیرِ نظر تحقیق کا تعلق بالخصوص دفعہ دوم کی شق (ج) سے ہے، جس میں ایسے حالاتِ زندگی کے دانستہ نفاذ کو موضوع بنایا گیا ہے جو کسی محفوظ گروہ کی جسمانی تباہی کے لیے وضع کیے گئے ہوں۔[2]

اس قانونی تصور کی اہمیت اس حقیقت میں مضمر ہے کہ اجتماعی تباہی ہمیشہ فوری قتل کے ذریعے واقع نہیں ہوتی۔ خوراک، پانی، علاج، رہائش، زمین، روزگار اور دیگر بنیادی ذرائعِ حیات سے کسی آبادی کو منظم طریقے سے محروم کرنا بھی اس کے افراد کو بیماری، بھوک، بے گھری اور موت کی طرف لے جا سکتا ہے۔ تاہم ہر قسم کی معاشی ناانصافی یا محرومی کو نسل کُشی قرار دینا درست نہیں۔ نسل کُشی کی قانونی شناخت کے لیے محض سنگین نقصان کافی نہیں، بلکہ یہ ثابت ہونا بھی ضروری ہے کہ ہدف کوئی قومی، نسلی، نژادی یا مذہبی گروہ ہے اور اس گروہ کو بحیثیت گروہ کلی یا جزوی طور پر تباہ کرنے کا مخصوص ارادہ موجود ہے۔ یہی مخصوص ارادہ نسل کُشی کو دوسرے بین الاقوامی جرائم سے ممتاز کرتا ہے۔[3]

معاشی استحصال اور نسل کُشی کے تعلق کا مطالعہ اس بنا پر پیچیدہ ہے کہ وسائل، زمین اور دولت سے متعلق تنازعات انسانی تاریخ میں بہت وسیع ہیں، لیکن ان میں سے صرف بعض ہی واقعات نسل کُشی کی قانونی تعریف پر پورا اترتے ہیں۔ معاشی ناانصافی، غربت، طبقاتی تفاوت، املاک کی ضبطی یا وسائل پر قبضہ ظلم، امتیاز یا دوسرے بین الاقوامی جرائم کا حصہ ہو سکتے ہیں؛ مگر ان کی نسل کُشی کے طور پر قانونی درجہ بندی مخصوص قصد اور دیگر متعین عناصر کی موجودگی پر منحصر ہے۔

قرآنِ مجید انسانی جان، مال، ملکیت اور معاشرتی عدل کے بارے میں ایک جامع اخلاقی و قانونی تصور پیش کرتا ہے۔ قرآن میں معاشی فساد، لوگوں کے حقوق میں کمی، کمزور طبقات کا استضعاف، دولت کا غرور، طاقتور طبقات کی سرکشی اور زمین میں فساد کو مختلف مقامات پر سخت مذمت کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ فرعون کی جانب سے بنی اسرائیل کو ایک مخصوص گروہ کی حیثیت سے کمزور بنانا اور ان کے بیٹوں کو قتل کرنا؛ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں مالی حق تلفی اور فساد؛ قارون کے کردار میں دولت، بغی اور تکبر؛ اور مترفین کی سرکشی ایسے قرآنی نمونے ہیں جو معاشی و سیاسی قوت کے غیر ذمہ دارانہ استعمال کے اجتماعی نتائج واضح کرتے ہیں۔

یہاں یہ امتیاز بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ قرآن کا تصور فساد فی الارض اور کنونشن کی قانونی اصطلاح نسل کُشی ہم معنی تصورات نہیں ہیں۔ فساد فی الارض ایک وسیع قرآنی تصور ہے جس میں متعدد اعتقادی، اخلاقی، معاشرتی اور عملی خرابیاں آ سکتی ہیں، جبکہ نسل کُشی بین الاقوامی قانون میں مخصوص عناصر پر مشتمل متعین جرم ہے۔ دونوں کے تقابلی مطالعے کا مقصد انہیں مترادف ثابت کرنا نہیں، بلکہ یہ معلوم کرنا ہے کہ قرآن و سنت ان معاشی اور اجتماعی عوامل کو کس

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

انداز میں دیکھتے ہیں جو کسی انسانی گروہ کے منظم استضعاف، محرومی اور تباہی کے لیے زمین ہموار کر سکتے ہیں۔

زیرِ نظر تحقیق میں توصیفی، تحلیلی، موضوعاتی اور تقابلی مناہج سے استفادہ کیا گیا ہے۔ بین الاقوامی قانونی پہلو کے لیے کنونشنِ انسدادِ نسل کُشی، بین الاقوامی عدالتِ انصاف، روانڈا کے لیے قائم بین الاقوامی فوجداری عدالت اور بین الاقوامی فوجداری عدالت کے عناصرِ جرم سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اسلامی تناظر کے لیے قرآنِ مجید، معتبر کتبِ تفسیر، صحاح و سنن اور متعلقہ اسلامی مصادر کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ تاریخی مثالوں کو صرف وہاں استعمال کیا گیا ہے جہاں وہ معاشی محرومی، وسائل کی ضبطی یا گروہی اخراج کے نسل کُشی کے عمل میں کردار کو واضح کرتی ہیں۔

نسل کُشی کا قانونی مفہوم اور معاشی محرومی کی حیثیت

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 9 دسمبر 1948ء کو قرارداد 260 (III) A کے ذریعے کنونشنِ انسداد و سزائے جرمِ نسل کُشی منظور کیا۔ کنونشن 12 جنوری 1951ء کو نافذ ہوا۔ اس کی دفعہ اول واضح کرتی ہے کہ نسل کُشی خواہ حالتِ امن میں ہو یا جنگ میں، بین الاقوامی قانون کے تحت جرم ہے اور معاہدہ کرنے والی ریاستیں اس کی روک تھام اور سزا کی ذمہ دار ہیں۔[4]

کنونشن کی دفعہ دوم کے مطابق نسل کُشی کی قانونی تشکیل میں دو بنیادی عناصر پائے جاتے ہیں۔ پہلا عنصر وہ مادی فعل ہے جو دفعہ دوم میں مذکور پانچ اقسام میں سے کسی ایک کے تحت آتا ہو، جبکہ دوسرا عنصر محفوظ گروہ کو کلی یا جزوی طور پر تباہ کرنے کا مخصوص ارادہ ہے۔ اس بنا پر کسی واقعے میں بڑے پیمانے پر انسانی ہلاکتیں بھی اس وقت تک نسل کُشی کی قانونی تعریف پوری نہیں کرتیں جب تک مطلوبہ مخصوص ارادہ ثابت نہ ہو۔ بین الاقوامی عدالتِ انصاف نے بھی واضح کیا ہے کہ یہی مخصوص قصد نسل کُشی کے جرم کی امتیازی خصوصیت ہے۔[5]

دفعہ دوم، شق (ج) اس تحقیق کے لیے خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں درج ہے کہ کسی محفوظ گروہ پر ایسے حالاتِ زندگی دانستہ طور پر مسلط کرنا جو اس کی جسمانی تباہی، کلی یا جزوی، کا سبب بننے کے لیے وضع کیے گئے ہوں، نسل کُشی کے افعال میں شامل ہے۔ بین الاقوامی فوجداری عدالت کے Elements of Crimes میں اس شق کی وضاحت کرتے ہوئے ضروری وسائل سے دانستہ محرومی، مثلاً خوراک یا طبی خدمات کی بندش، اور گھروں سے منظم بے دخلی کو ممکنہ حالاتِ زندگی میں شامل کیا گیا ہے۔[6]

روانڈا کے لیے قائم بین الاقوامی فوجداری عدالت نے Prosecutor v. Akayesu میں اس شق کی تشریح کرتے ہوئے واضح کیا کہ یہ ایسے طریقوں کو محیط ہے جو فوری طور پر قتل نہ کریں، لیکن جن کے ذریعے کسی گروہ کی جسمانی تباہی مقصود ہو۔ عدالت نے انتہائی ناکافی خوراک، گھروں سے منظم اخراج اور ضروری طبی خدمات کو اس درجے تک محدود کرنے کو، جہاں انسانی بقا خطرے میں پڑ جائے، اس نوع کے ممکنہ افعال میں شمار کیا۔[7]

بعد ازاں بین الاقوامی عدالتِ انصاف نے Croatia v. Serbia میں بھی خوراک، طبی امداد، رہائش، لباس اور صفائی کی ضروری سہولتوں سے محرومی سمیت ایسے حالات کو دفعہ دوم (ج) کے تناظر میں زیرِ غور لایا جو بتدریج جسمانی تباہی کا ذریعہ بن سکتے ہوں۔ عدالت نے ساتھ ہی یہ اصول برقرار رکھا کہ جبری نقلِ مکانی اور جسمانی تباہی الگ تصورات ہیں؛ کسی آبادی کا محض اپنے علاقے سے نکالا جانا بذاتِ خود نسل کُشی نہیں، الا یہ کہ اس عمل اور متعلقہ حالات میں محفوظ گروہ کو تباہ کرنے کا مخصوص قصد ثابت ہو۔[8]

یہ امتیاز معاشی محرومی کی قانونی حیثیت متعین کرنے میں بنیادی ہے۔ کسی جماعت سے کاروبار کا حق چھیننا، ملازمتوں سے نکالنا، املاک ضبط کرنا یا معاشی سرگرمی محدود کرنا شدید امتیاز، ایذا رسانی یا دوسرے جرائم کا حصہ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہی اقدامات نسل کُشی کی شق (ج) کے تحت اس وقت آئیں گے جب ان کا دائرہ اور شدت اس حد تک پہنچے کہ انسانی بقا کے حالات تباہ ہوں اور اس کے ساتھ مخصوص محفوظ گروہ کی جسمانی تباہی کا ارادہ بھی موجود ہو۔

اس لیے "معاشی نسل کُشی" کو بین الاقوامی قانون میں ایک الگ مستقل جرم کے طور پر استعمال کرنا فنی اعتبار سے محتاط تعبیر نہیں۔ زیادہ درست صورت یہ ہے کہ معاشی محرومی بعض حالات میں نسل کُشی کے ارتکاب کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اس میں وسائل کی بندش، املاک اور زمین سے منظم محرومی، ذرائع

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

معاش کی تباہی، خوراک اور علاج کی عدم دستیابی اور ایسی جبری بے دخلی شامل ہو سکتی ہے جس کا نتیجہ محض آبادی کی منتقلی نہیں بلکہ جسمانی بقا کے حالات کا خاتمہ ہو۔

اقوام متحدہ کے Framework of Analysis for Atrocity Crimes میں بھی محفوظ گروہوں کے خلاف مسلسل امتیازی، اخراجی اور محدود کرنے والی پالیسیوں کو نسل کُشی کے خطرے کے اہم اشاریوں میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی دستاویز میں حقوق اور وسائل تک رسائی کے سلسلے میں گروہی کشیدگی، معاشی ناہمواری اور مسلسل امتیاز کو ایسی صورتِ حال سے متعلق قرار دیا گیا ہے جس میں بڑے پیمانے کے جرائم کا خطرہ بڑھ سکتا ہے۔ [9] یہ اصول اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ نسل کُشی کا قانونی جرم اپنی تکمیل کے مرحلے میں بہت بلند ثبوت کا تقاضا کرتا ہے، لیکن اس سے قبل نمودار ہونے والی محرومی اور امتیاز کی علامات بھی علمی تجزیے میں اہم رہتی ہیں۔

قرآنِ مجید میں معاشی ظلم، فساد اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم

قرآنِ مجید مال اور دولت کو بذاتِ خود مذموم قرار نہیں دیتا۔ رزق، تجارت، ملکیت اور معاشی سرگرمی انسانی زندگی کا جائز حصہ ہیں۔ قرآن کی تنقید دولت کے وجود پر نہیں بلکہ اس کے حصول اور استعمال کے ایسے طریقوں پر ہے جو ظلم، حق تلفی، تکبر اور معاشرتی فساد کو جنم دیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾

"اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔" البقرۃ 2:188

اسی اصول کو سورۃ النساء میں مزید وضاحت سے بیان کیا گیا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾

النساء 4:29

ان آیات سے مالی تصرف کی بنیاد عدل، رضامندی اور حق پر قائم ہوتی ہے۔ ناحق مال حاصل کرنا صرف انفرادی اخلاقی خرابی نہیں بلکہ اجتماعی اعتماد اور معاشی امن کو متاثر کرنے والا عمل ہے۔

معاشی حق تلفی اور فساد کا تعلق حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت میں نہایت واضح انداز میں سامنے آتا ہے:

﴿وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾

"اور اے میری قوم! ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو، لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔" ہود 11:85

امام طبری اس آیت کے تحت "لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ" کی تشریح میں بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کے ان حقوق میں کمی نہ کی جائے جن کی ادائیگی واجب ہے، خواہ ان کا تعلق ناپ تول سے ہو یا دوسرے حقوق سے۔ اسی طرح "وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ" کو زمین میں نافرمانی اور فساد پھیلانے سے منع قرار دیتے ہیں۔ [10] یوں قرآن مالی بے ایمانی کو صرف نجی معاملہ قرار نہیں دیتا بلکہ جب وہ معاشرتی رویہ بن جائے تو اسے فساد کے عمومی تصور سے مربوط کرتا ہے۔

یہاں سے ایک اہم اصول سامنے آتا ہے کہ دوسرے انسان کے معاشی حق میں کمی، خواہ وہ مقدار، اجرت، ملکیت یا کسی جائز حق کی صورت میں ہو، اسلامی معاشی اخلاق کے خلاف ہے۔ تاہم قومِ شعیب کے اس جرم کو جدید قانونی اصطلاح میں نسل کُشی قرار دینا درست نہیں۔ اس واقعے کی اہمیت اس امر میں ہے کہ معاشی حق تلفی اور اجتماعی فساد کے باہمی تعلق کو قرآنی سطح پر واضح کیا گیا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اسی طرح قرآن دولت کی ایسی گردش کی نفی کرتا ہے جس میں اجتماعی مال محض بااثر طبقے تک محدود ہو جائے۔ اموالِ فَے کی تقسیم کے بارے میں فرمایا:

﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ﴾

"تاکہ یہ مال صرف تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے۔" الحشر 59:7

امام طبری آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ مذکور مال مختلف مستحق طبقات کے لیے مقرر کیا گیا تاکہ وہ صرف مالدار لوگوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ [11] امام قرطبی نے بھی اس مقام پر واضح کیا ہے کہ جاہلی نظام میں رؤسا اور طاقتور لوگ مال پر زیادہ تصرف رکھتے تھے، جبکہ قرآن نے تقسیم کے لیے ایسا طریقہ مقرر کیا جس میں کمزور اور محتاج طبقات بھی شریک ہوں۔ [12]

علامہ ابن عاشور اس آیت کے ذیل میں دولت کی گردش کے مقصد کو مزید وسیع معاشرتی تناظر میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شریعت کے مقاصد میں یہ امر شامل ہے کہ مال امت کے مختلف افراد میں منظم طور پر گردش کرے اور کسی محدود طبقے میں جامد نہ ہو جائے۔ [13] آیت کا براہِ راست موضوع اموالِ فَے ہے، لیکن اس میں بیان کردہ علت معاشی عدل کے ایک اہم اصول کو ظاہر کرتی ہے: اجتماعی وسائل کی تقسیم ایسی نہ ہو کہ قوت اور دولت مستقل طور پر محدود طبقے کے اختیار میں آ کر کمزور طبقات کی محرومی کو بڑھاتی رہے۔

اسلامی نظامِ زکوٰۃ بھی اسی اجتماعی ذمہ داری کو زیادہ واضح صورت میں سامنے لاتا ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾

التوبہ 9:60

اسی طرح صالح اہلِ ایمان کی صفت بیان ہوئی:

﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾

"اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محروم کا حق ہوتا ہے۔" الذاریات 51:19

ان نصوص میں معاشی کمزور کی مدد محض ہمدردی کی غیر لازم صورت نہیں رہتی بلکہ مالی ذمہ داری اور اجتماعی کفالت کے دائرے میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہی اصول معاشی محرومی کے اس تصور کے برخلاف ہے جس میں کسی مخصوص انسانی گروہ کو بنیادی وسائل تک رسائی سے دانستہ طور پر خارج کیا جائے۔

قرآن نے دولت اور طاقت کے تعلق کو "مترفین" کے کردار کے ذریعے بھی واضح کیا ہے:

﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾

الاسراء 17:16

یہاں "مترفین" کا جرم ان کی خوشحالی نہیں بلکہ نعمت اور اثر و رسوخ کے باوجود فسق اور نافرمانی ہے۔ بااثر طبقے کے فساد کی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ اس کے اثرات انفرادی سطح تک محدود نہیں رہتے۔ صاحبِ اقتدار اور صاحبِ ثروت طبقات جب اپنی طاقت کو اجتماعی حق تلفی کے لیے استعمال کریں تو ظلم ادارہ جاتی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

یہ تصور نسل کُشی کے معاشی اسباب کے مطالعے میں اس لیے اہم ہے کہ کسی انسانی گروہ سے اس کے بنیادی وسائل چھیننے کی صلاحیت عموماً ان افراد یا اداروں کے پاس ہوتی ہے جو ریاستی، عسکری یا معاشی قوت رکھتے ہوں۔ اس لیے قرآن کی تنقید دولت کے خلاف نہیں بلکہ قوت کے ایسے غیر ذمہ دارانہ استعمال کے خلاف ہے جو دوسروں کے حقِ حیات اور معاشی بقا کو متاثر کرے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قارون کا واقعہ بھی اسی موضوع کی ایک مختلف جہت سامنے لاتا ہے:

﴿إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ﴾

القصص28:76

اور اس کا قول تھا:

﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِنْدِي﴾

القصص28:78

قرآن نے قارون کے پاس دولت کی کثرت کو بذاتِ خود جرم قرار نہیں دیا، بلکہ اس کے ساتھ بغی، تفاخر، فساد کی ممانعت اور نعمت کو اپنی ذاتی قابلیت کی مطلق پیداوار سمجھنے کے رویے کو موضوع بنایا۔ اسے نصیحت کی گئی:

﴿وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾

القصص28:77

یہ واقعہ دولت کی اس نفسیات کو واضح کرتا ہے جس میں انسان مالی قوت کے ساتھ اخلاقی جواب دہی سے آزاد ہونے لگتا ہے۔ نسل کُشی کے تناظر میں یہ ذہنیت اس وقت زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتی ہے جب معاشی اور سیاسی قوت رکھنے والا طبقہ کسی مخصوص انسانی گروہ کو وسائل پر بوجھ، اپنے مفادات میں رکاوٹ یا حقوق سے محروم کیے جانے کے قابل آبادی سمجھنے لگے۔

فرعونی استضعاف: گروہی امتیاز، محرومی اور جسمانی تباہی کا قرآنی نمونہ

معاشی، سیاسی اور گروہی استضعاف کے باہمی تعلق کی سب سے نمایاں قرآنی مثال فرعون اور بنی اسرائیل کا واقعہ ہے۔ قرآن بیان کرتا ہے:

﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾

"بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی اختیار کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں بانٹ دیا، ان میں سے ایک گروہ کو کمزور بناتا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بے شک وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔" القصص28:4

اس ایک آیت میں فرعونی نظام کے متعدد عناصر ایک ساتھ سامنے آتے ہیں: زمین میں علو و استکبار، آبادی کو گروہوں میں تقسیم کرنا، مخصوص گروہ کو مستضعف بنانا اور اسی گروہ کے بچوں کو منظم طور پر قتل کرنا۔

امام طبری "عَلَا فِي الْأَرْضِ" کی تفسیر میں فرعون کے تجبر، تکبر اور اہلِ مصر پر غلبے کا ذکر کرتے ہیں، جبکہ "يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ" سے بنی اسرائیل کے اس مخصوص گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جسے فرعون نے کمزور بنا رکھا تھا۔[14]

علامہ ابن عاشور نے اس آیت کے اجتماعی پہلو کو نہایت تفصیل سے واضح کیا ہے۔ ان کے مطابق فرعون نے رعایا کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ان کے درمیان ایسی تفریق پیدا کی جس سے ایک طبقہ دوسرے سے الگ اور کمزور ہو۔ وہ "استضعاف" کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ فرعون نے ایک پوری جماعت کو حقیر، حقوق سے محروم اور دوسرے طبقات کے مقابلے میں غیر مساوی حیثیت میں رکھا۔ ابن عاشور خصوصی طور پر یہ واضح کرتے ہیں کہ یہ کمزوری بعض مخصوص افراد کے اعمال کی بنیاد پر نہیں بلکہ پوری جماعت کی گروہی شناخت کے لحاظ سے مسلط کی گئی تھی۔[15]

یہ نکتہ نسل کُشی کے جدید مطالعے کے ساتھ ایک اہم تقابلی جہت رکھتا ہے۔ Genocide Convention میں بھی جرم کا ہدف کوئی فرد محض ذاتی حیثیت میں نہیں بلکہ قومی، نسلی، نژادی یا مذہبی گروہ کا رکن ہونے کی وجہ سے بنتا ہے۔ فرعون کے واقعے کو جدید کنونشن کے تحت قانونی طور پر درجہ بند کرنا

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اس تحقیق کا مقصد نہیں، لیکن قرآن کے بیان میں گروہی شناخت کی بنیاد پر استضعاف اور اس کے بعد منتخب گروہ کے بچوں کا قتل ایک ایسی ساخت کو ظاہر کرتا ہے جس میں امتیازی پالیسی جسمانی تشدد کے ساتھ منسلک ہو جاتی ہے۔

لفظ "یَسْتَضْعِفُ" بھی نہایت معنی خیز ہے۔ قرآن یہ نہیں کہتا کہ وہ جماعت محض کمزور تھی، بلکہ فرعون انہیں "کمزور بناتا" تھا۔ اس طرزِ بیان میں کمزوری کو صرف فطری یا اتفاقی حالت کے بجائے طاقتور فریق کی پالیسی کے نتیجے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اسی گروہ کے بارے میں اگلی آیت میں فرمایا:

﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾

القصص28:5

امام طبری کے مطابق "الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا" "وہی بنی اسرائیل تھے جنہیں فرعون نے کمزور کیا تھا۔ [16]اس طرح قرآنی بیان ظلم کے خاتمے کو صرف قتل رکنے تک محدود نہیں رکھتا بلکہ مستضعف گروہ کی اجتماعی آزادی، اختیار اور مقام کی بحالی تک لے جاتا ہے۔

فرعون کا یہی طرزِ اقتدار دوسرے مقام پر یوں بیان ہوا ہے:

﴿وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ﴾

یونس10:83

اور بنی اسرائیل پر اس کے ظلم کے بارے میں فرمایا:

﴿يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ﴾

البقرۃ2:49

قرآن کا فرعونی نمونہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ اجتماعی قتل ہمیشہ الگ تھلگ فعل نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ اقتدار، گروہی درجہ بندی، استضعاف اور انسانی حیثیت کی نفی کا ایک پورا نظام موجود ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید مطالعۂ نسل کُشی میں امتیازی قوانین، حقوق کی محرومی، گروہی علیحدگی اور بنیادی وسائل تک غیر مساوی رسائی کو اہم پیشگی علامات کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

یہاں معاشی پہلو بھی اسی وسیع استضعاف کے اندر آتا ہے۔ جس گروہ کو ریاستی طور پر کم تر حیثیت میں رکھا جائے، اس کے معاشی مواقع، زمین، نقل و حرکت، ذریعۂ معاش اور دیگر حقوق بھی متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن قرآنی نص سے فرعون کے کسی ایسے مخصوص معاشی نظام کی تفصیلات اخذ کرنا درست نہیں جن کا ذکر قرآن یا معتبر روایت میں موجود نہیں۔ اس لیے اس واقعے سے وہی اصول اخذ ہوتا ہے جسے نص واضح طور پر بیان کرتی ہے: اقتدار کے ذریعے گروہی تقسیم، مخصوص جماعت کو کمزور بنانا، اس پر امتیازی ظلم اور بالآخر اس کے افراد کے خلاف جسمانی تشدد۔

عدل، دشمنی اور انسانی حقوق کا قرآنی معیار

نسل کُشی کے ارتکاب میں گروہی دشمنی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ کسی جماعت کے خلاف مسلسل نفرت اس وقت زیادہ خطرناک ہو جاتی ہے جب وہ اس جماعت کے بنیادی حقوق کو غیر اہم قرار دینے لگے۔ قرآن اس نفسیات کو براہِ راست مخاطب کرتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾

"اے ایمان والو! اللہ کے لیے قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔" المائدۃ5:8

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

امام قرطبی اس آیت کے تحت واضح کرتے ہیں کہ کسی قوم سے بغض اور دشمنی بھی اس کے ساتھ عدل کے حکم کو ختم نہیں کرتی۔ ان کے مطابق آیت کا تقاضا یہ ہے کہ دشمن کے بارے میں بھی حق اور انصاف سے تجاوز نہ کیا جائے۔[17]

یہ قرآنی اصول نسل کُشی کے معاشی پہلو میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ کسی مخصوص گروہ کے مال، زمین، خوراک یا وسائل سلب کرنے کے لیے عموماً اس گروہ کے خلاف امتیازی جواز پیدا کیا جاتا ہے۔ اگر مخالف جماعت کو انسانی اور اخلاقی حقوق میں برابر نہ سمجھا جائے تو اس کی املاک چھیننے اور ذرائعِ معاش ختم کرنے کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔

انسانی تکریم کا عمومی قرآنی اصول بھی اسی تصور کی بنیاد فراہم کرتا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾

"اور یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی۔" الاسراء 70:17

یہاں تکریم کی نسبت بنی آدم کی طرف ہے۔ انسان کی بنیادی حرمت کسی معاشی طاقت، نسلی برتری یا سیاسی غلبے سے وابستہ نہیں۔ اسی لیے قرآن قتلِ نفس کو سختی سے منع کرتا ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾

الانعام 151:6

اور ایک دوسرے مقام پر ایک جان کے ناحق قتل کی سنگینی کو پوری انسانیت کے قتل سے تشبیہ دی گئی:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾

المائدۃ 32:5

نسل کُشی میں سب سے پہلے جس اخلاقی حد کو توڑا جاتا ہے وہ اسی انسانی حرمت کی حد ہے۔ معاشی محرومی اس وقت جسمانی تشدد سے جڑتی ہے جب کسی جماعت کا بھوکا رہنا، بے گھر ہونا، علاج سے محروم رہنا یا مرنا اخلاقی طور پر قابلِ قبول سمجھا جانے لگے۔

قرآن اس اجتماعی اخلاقی بے حسی کی مذمت بھی کرتا ہے:

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾

"وہ ایک دوسرے کو برے کام سے نہیں روکتے تھے جو وہ کرتے تھے، یقیناً ان کا طرزِ عمل بہت برا تھا۔" المائدۃ 79:5

یہ اصول اجتماعی ظلم کے ماحول کو سمجھنے میں اہم ہے۔ جب معاشرے کے ادارے اور افراد کسی گروہ کے خلاف مسلسل ظلم کو معمول سمجھنے لگیں تو بڑے پیمانے کی ایذا رسانی اور جسمانی تباہی کے لیے اخلاقی رکاوٹیں کمزور ہونے لگتی ہیں۔

سنتِ نبوی میں جان، مال، زمین اور بنیادی وسائل کا تحفظ

قرآن کے بیان کردہ اصول سنتِ نبوی میں عملی اور قانونی صورت اختیار کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انسانی جان اور مال کی حرمت کو متعدد مواقع پر ایک ساتھ بیان فرمایا۔

حجۃ الوداع کے خطبے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ"

یعنی تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت ہے۔[18]

اس حدیث میں جان اور مال کو ایک ہی اخلاقی و شرعی دائرے میں جمع کیا گیا ہے۔ زندگی کی حفاظت صرف براہِ راست قتل سے ممانعت تک محدود

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نہیں بلکہ انسان کے مال اور عزت کا تحفظ بھی اس اجتماعی امن کا حصہ ہے جس پر اس کی باوقار زندگی قائم ہوتی ہے۔

غیر مسلم معاہد شخص کی جان کے تحفظ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ"[19]

"جس شخص نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔"

یہ حدیث اس اصول کو واضح کرتی ہے کہ گروہی یا مذہبی اختلاف انسانی جان کی حرمت کو خود بخود ختم نہیں کرتا۔ نسل کُشی کی نفسیات میں مخالف گروہ کو قانونی اور اخلاقی تحفظ سے خارج کرنا بنیادی مرحلہ ہوتا ہے، جبکہ یہ نبوی تعلیم محفوظ غیر مسلم کی جان کو بھی سخت شرعی حرمت عطا کرتی ہے۔

زمین کے ناجائز قبضے کے بارے میں بھی صحیح بخاری میں شدید وعید وارد ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ"[20]

"جس نے زمین میں سے کوئی حصہ ظلم سے لیا، قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔"

زمین انسانی معاشی زندگی میں غیر معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ زرعی معاشروں میں زمین محض قابلِ فروخت مال نہیں بلکہ خوراک، رہائش، روزگار، خاندانی تسلسل اور اجتماعی شناخت کا ذریعہ بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے کسی پوری انسانی جماعت کو منظم طریقے سے زمین سے بے دخل کرنے کے نتائج صرف ملکیتی نقصان تک محدود نہیں رہتے۔

بین الاقوامی قانون میں بھی جبری بے دخلی کو بذاتِ خود نسل کُشی قرار نہیں دیا گیا، لیکن اگر بے دخلی کے بعد ایسے حالات مسلط کیے جائیں جن کے ذریعے محفوظ گروہ کی جسمانی تباہی مطلوب ہو تو دفعہ دوم (ج) کے عناصر پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس طرح زمین کی اسلامی حرمت اور بین الاقوامی قانون میں تباہ کن حالاتِ زندگی کی ممانعت ایک دوسرے سے مختلف قانونی نظاموں میں ہونے کے باوجود انسانی بقا کے وسائل کی اہمیت پر متفق دکھائی دیتی ہیں۔

سنتِ نبوی میں بنیادی قدرتی وسائل کے بارے میں بھی اجتماعی حق کا تصور پایا جاتا ہے۔ حضرتِ صحابی کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْكَلَإِ وَالْمَاءِ وَالنَّارِ"[21]

"مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: چراگاہ، پانی اور آگ۔"

اس حدیث کے فقہی اطلاقات اپنی تفصیلات رکھتے ہیں، لیکن اس میں پانی جیسے بنیادی وسائل کی اجتماعی اہمیت واضح ہے۔ پانی انسانی زندگی کا لازمی وسیلہ ہے؛ اس لیے کسی آبادی کو پانی سے ایسی دانستہ محرومی میں مبتلا کرنا جو اس کی جسمانی بقا کو ختم کر دے، محض مالی یا تجارتی معاملہ نہیں رہتا۔

اسی طرح اسلامی فقہ کا معروف اصول "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ" ضرر پہنچانے اور باہمی نقصان کو شرعی تعلقات کی بنیاد بننے سے روکتا ہے۔ یہ روایت سنن ابن ماجہ میں متعدد طرق سے مروی ہے اور فقہی قواعد میں اسے غیر معمولی اہمیت حاصل ہوئی ہے۔[22]

ان نصوص کے مجموعی مطالعے سے تین بنیادی اصول سامنے آتے ہیں: جان کی حرمت، مال و زمین کا تحفظ، اور ضروری وسائل سے متعلق اجتماعی ذمہ داری۔ یہی تینوں امور کسی انسانی گروہ کی جسمانی بقا کے بنیادی عناصر بھی ہیں۔

معاشی اخراج، املاک کی ضبطی اور نسل کُشی کے تاریخی و عدالتی مظاہر

تاریخی تجربات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ بڑے پیمانے کی نسل کُشی سے پہلے بعض حالات میں متاثرہ گروہ کو معاشی اور سماجی زندگی سے بتدریج خارج کیا گیا۔ اس صورتِ حال کو نسل کُشی کا لازمی یا واحد راستہ قرار نہیں دیا جا سکتا، لیکن بعض تاریخی واقعات میں یہ عمل بعد کی جسمانی تباہی کے لیے اہم مرحلہ ثابت ہوا۔

نازی جرمنی میں یہودیوں کے خلاف امتیازی پالیسیوں میں معاشی اخراج نمایاں تھا۔ 1933ء کے بعد یہودیوں کے کاروبار، پیشوں، ملازمتوں اور املاک پر مسلسل پابندیاں عائد ہوئیں۔ "Aryanization" کے نام سے معروف پالیسی کے تحت یہودیوں کی ملکیت میں موجود کاروباری ادارے اور جائیدادیں

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

غیر یہودی ملکیت میں منتقل کی گئیں۔ 1938ء کے بعد یہ عمل زیادہ منظم اور جبری صورت اختیار کر گیا۔ United States Holocaust Memorial Museum کے مطابق اس پالیسی کا مقصد یہودیوں کو جرمن معاشی زندگی سے خارج کرنا اور ان کی ملکیت غیر یہودیوں کو منتقل کرنا تھا۔[23]

یہ معاشی اخراج بذاتِ خود Holocaust کی قانونی تعریف نہیں تھا، اور نہ ہی نازی نسل کُشی کو صرف اقتصادی مفادات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ نازی نظریہ بنیادی طور پر شدید نسلی یہود دشمنی پر قائم تھا۔ تاہم یہودیوں کے معاشی حقوق سلب کرنے، کاروبار ختم کرنے اور املاک ضبط کرنے کے اقدامات نے ان کی سماجی حیثیت اور معاشی خود مختاری کو شدید طور پر تباہ کیا اور انہیں ریاستی نظام سے خارج کرنے کے وسیع تر عمل کا حصہ بنے۔

یہ تاریخی ترتیب اس امر کو واضح کرتی ہے کہ جسمانی قتل سے پہلے کسی انسانی گروہ کو شہری اور معاشی حقوق کے دائرے سے نکالنے کی پالیسیاں سامنے آسکتی ہیں۔ جب ایک گروہ کی ملکیت، پیشہ، رہائش اور آزادانہ معاشی زندگی کو قانونی تحفظ سے محروم کر دیا جائے تو اس کے خلاف مزید شدید تشدد کے لیے ریاستی اور سماجی رکاوٹیں کم ہو سکتی ہیں۔

روانڈا کی 1994ء کی نسل کُشی کے مطالعے میں بھی معاشی حالات کا ذکر ملتا ہے، لیکن اس مثال میں علمی احتیاط مزید ضروری ہے۔ روانڈا ایک غریب اور کثیر آبادی والا زرعی معاشرہ تھا جہاں زمین پر دباؤ، معاشی ناہمواری اور غربت پائی جاتی تھی۔ Alison Des Forges کی مفصل تحقیق میں زمین کی قلت، غربت اور وسائل کے مسائل کو روانڈا کے وسیع تاریخی و سیاسی پس منظر کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ [24] تاہم روانڈا کی نسل کُشی کو زمین یا معاشی محرومی کا براہِ راست اور واحد نتیجہ قرار دینا تاریخی طور پر درست نہیں۔ منظم سیاسی قیادت، نسلی نظریہ، ریاستی ڈھانچہ، پروپیگنڈا، جنگ اور قتل کے لیے منظم تیاری اس نسل کُشی کے بنیادی عناصر تھے۔

یہ مثال معاشی عوامل کی صحیح علمی حیثیت واضح کرتی ہے: معاشی بحران اجتماعی کشیدگی کو بڑھا سکتا ہے، لیکن معاشی مسئلہ خود کار طور پر نسل کُشی پیدا نہیں کرتا۔ خطرہ اس وقت شدید ہوتا ہے جب معاشی مشکلات کو کسی قومی، نسلی یا مذہبی گروہ کے خلاف منظم نفرت پیدا کرنے اور اسے اجتماعی مسائل کا ذمہ دار ٹھہرانے کے لیے استعمال کیا جائے۔

اقوامِ متحدہ کے نسل کُشی سے متعلق پیشگی تجزیاتی نظام میں بھی معاشی تفاوت کو تنہا نسل کُشی کا سبب قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اسے گروہی امتیاز، وسائل اور حقوق تک غیر مساوی رسائی اور محفوظ گروہوں کے خلاف منظم اخراج کے وسیع تر پس منظر میں دیکھا گیا ہے۔[25]

اس سلسلے میں Akayesu کا عدالتی فیصلہ تاریخی اور قانونی دونوں اعتبار سے اہم ہے۔ عدالت نے واضح کیا کہ نسل کُشی کی دفعہ دوم (ج) کا اطلاق ایسے اقدامات پر بھی ہو سکتا ہے جو براہِ راست قتل نہ ہوں بلکہ آہستہ آہستہ موت کا سبب بنیں۔ ناکافی خوراک، ضروری طبی خدمات سے محرومی اور گھروں سے منظم بے دخلی اس کی مثالیں ہیں۔[26]

بین الاقوامی فوجداری عدالت کے عناصرِ جرم نے بھی اس تشریح کو مضبوط کیا اور یہ واضح کیا کہ "حالاتِ زندگی" میں بقا کے لیے ناگزیر وسائل سے دانستہ محرومی، مثلاً خوراک اور طبی خدمات، یا گھروں سے منظم اخراج شامل ہو سکتا ہے۔[27]

یہ قانونی اصول "معاشی محرومی" کی نوعیت کو واضح کرتا ہے۔ اگر مقصد محض معاشی نقصان پہنچانا ہو تو عمل دیگر جرائم کے تحت آسکتا ہے؛ اگر مقصد کسی گروہ کو علاقے سے نکالنا ہو تو جبری بے دخلی یا دوسرے جرائم کا سوال پیدا ہو سکتا ہے؛ لیکن اگر وہی محرومی اس مخصوص قصد سے مسلط کی جائے کہ محفوظ گروہ جسمانی طور پر کلی یا جزوی تباہ ہو جائے، تو دفعہ دوم (ج) کا قانونی معیار سامنے آتا ہے۔

معاشی محرومی سے جسمانی تباہی تک: ایک تحلیلی مطالعہ

معاشی محرومی اور نسل کُشی کے تعلق کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ان مختلف مراحل میں فرق ضروری ہے جو اجتماعی ظلم کے دوران سامنے آسکتے ہیں۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ابتدائی مرحلے میں کسی مخصوص گروہ کے بارے میں منفی اجتماعی تصور پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اسے قومی ترقی میں رکاوٹ، وسائل پر ناجائز بوجھ، غیر وفادار جماعت یا معاشی مسئلے کا ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس نوع کا بیانیہ بذاتِ خود نسل کُشی نہیں، لیکن اگر وہ گروہی نفرت، حقوق سے محرومی اور تشدد کے لیے جواز پیدا کرے تو اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

اگلے مرحلے میں سماجی و معاشی امتیاز ادارہ جاتی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ مخصوص گروہ کے لیے ملازمت، تجارت، تعلیم، رہائش یا ملکیت کے مواقع محدود کیے جاسکتے ہیں۔ ایسے اقدامات امتیازی پالیسی، ایذا رسانی یا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہوسکتے ہیں، لیکن اب بھی نسل کُشی کی قانونی تعریف اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک مخصوص قصد اور دفعہ دوم میں مذکور فعل موجود نہ ہو۔

اس کے بعد املاک اور ذرائع معاش کی منظم تباہی کا مرحلہ آسکتا ہے۔ جب کسی آبادی سے اس کی زمین، کاروبار، گھر اور آمدن چھین لی جائے تو اس کی معاشی خود کفالت ختم ہوتی جاتی ہے۔ اس مرحلے میں آبادی خوراک، رہائش اور دوسرے بنیادی وسائل کے لیے دوسروں پر منحصر ہو سکتی ہے۔

معاملہ اس وقت زیادہ سنگین ہو جاتا ہے جب خوراک، پانی، علاج اور پناہ جیسے بنیادی وسائل تک رسائی اس حد تک بند کر دی جائے کہ انسانی جسمانی بقا متاثر ہونے لگے۔ بھوک، بیماری، موسم سے عدم تحفظ، ناقص صفائی اور علاج سے محرومی موت کی شرح میں غیر معمولی اضافہ کر سکتے ہیں۔

دفعہ دوم (ج) کا قانونی دائرہ بنیادی طور پر اسی آخری نوع کی صورتِ حال سے متعلق ہے، لیکن اس کے ساتھ مخصوص قصد کا ثبوت ناگزیر ہے۔ محرومی کے نتائج انتہائی تباہ کن ہونے کے باوجود اگر گروہ کی جسمانی تباہی کا مخصوص ارادہ ثابت نہ ہو تو قانونی درجہ بندی مختلف ہو سکتی ہے۔

یہی نکتہ قرآن و سنت کے تقابلی مطالعے میں اہم فرق پیدا کرتا ہے۔ بین الاقوامی فوجداری قانون جرم کی آخری قانونی حد متعین کرتا ہے، جبکہ قرآن و سنت ظلم کے ابتدائی مراحل پر بھی اخلاقی اور شرعی ممانعت قائم کرتے ہیں۔ کسی کا مال ناحق کھانا، حق گھٹانا، زمین پر غاصبانہ قبضہ، معاشی استضعاف یا دشمنی کی بنا پر انصاف سے انحراف اس وقت بھی ممنوع ہے جب معاملہ جسمانی تباہی تک نہ پہنچا ہو۔

اس اعتبار سے اسلامی اصول نسل کُشی کی کوئی متبادل قانونی تعریف نہیں دیتے، بلکہ اجتماعی ظلم کی اس تدریجی ساخت کو ابتدائی مرحلے ہی میں محدود کرتے ہیں جس کی بعض صورتیں آگے چل کر بڑے پیمانے کی انسانی تباہی سے مربوط ہو سکتی ہیں۔

قرآن میں فرعون کا واقعہ اس تدریج کو خاص وضاحت سے سامنے لاتا ہے۔ آیت میں پہلے "عَلَا فِي الْأَرْضِ "یعنی اقتداری استکبار، پھر "جَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا "یعنی معاشرتی گروہ بندی، پھر "يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ "یعنی ایک مخصوص گروہ کو کمزور بنانا، اور اس کے بعد "يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ "یعنی براہِ راست جسمانی قتل کا ذکر ہے۔

اس ترتیب کو ہر تاریخی نسل کُشی کے لیے لازمی نمونہ قرار نہیں دیا جاسکتا، لیکن اس میں ایک اہم اجتماعی حقیقت نمایاں ہوتی ہے: شدید جسمانی تشدد سے پہلے اقتدار، گروہی تقسیم اور منظم استضعاف موجود ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعے میں معاشی حق تلفی کو "فساد" کے ساتھ جوڑا گیا ہے، مگر وہاں گروہی جسمانی تباہی کا کوئی انسانی منصوبہ بیان نہیں ہوا۔ اس لیے وہ معاشی فساد کی مثال ہے، نسل کُشی کی نہیں۔

قارون کے واقعے میں دولت، بغی اور فساد کا تعلق سامنے آتا ہے، لیکن اسے بھی نسل کُشی کی مثال قرار دینا درست نہیں۔ اس واقعے کی معنویت معاشی قوت کی اخلاقی ذمہ داری اور دولت سے پیدا ہونے والے استکبار کے تناظر میں ہے۔

یوں قرآن کے مختلف واقعات کو ان کے اپنے سیاق میں رکھتے ہوئے تین الگ سطحیں سامنے آتی ہیں: مالی حق تلفی، معاشی و اجتماعی استکبار، اور مخصوص گروہ کا منظم استضعاف و قتل۔ یہی تفریق جدید بین الاقوامی قانون کے اس اصول سے ہم آہنگ ہے کہ ہر ظلم کو ایک ہی قانونی درجے میں نہیں رکھا جاسکتا۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کنونشنِ انسدادِ نسل کُشی اور قرآن وسنت: تقابلی تجزیہ

کنونشنِ انسدادِ نسل کُشی اور قرآن وسنت مختلف نوعیت کے مصادر ہیں۔ پہلا جدید بین الاقوامی معاہدہ ہے جس کا مقصد ایک مخصوص جرم کی قانونی تعریف، روک تھام اور سزا متعین کرنا ہے، جبکہ قرآن وسنت ایک جامع دینی، اخلاقی اور قانونی نظام کے بنیادی مصادر ہیں۔ اس لیے دونوں کے درمیان مکمل اصطلاحی مماثلت قائم کرنا درست نہیں۔ تاہم انسانی جان، گروہی ظلم اور بنیادی وسائل سے محرومی کے بارے میں متعدد اصولی مقامات پر تقابل ممکن ہے۔

کنونشن کا پہلا نمایاں اصول محفوظ گروہوں کی جسمانی بقا ہے۔ قرآن میں انسانی جان کی حرمت ایک بنیادی شرعی قدر کے طور پر سامنے آتی ہے۔ ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ﴾ کا حکم فردی قتل سے ممانعت کی بنیاد فراہم کرتا ہے، جبکہ سنتِ نبوی میں مسلمان اور معاہد دونوں کی جان کے تحفظ کے واضح احکام موجود ہیں۔

دوسرا تعلق انسانی بقا کے وسائل سے ہے۔ دفعہ دوم (ج) خوراک، علاج اور رہائش جیسے وسائل کی دانستہ بندش کو اس وقت قانونی اہمیت دیتی ہے جب اس کے ذریعے محفوظ گروہ کی جسمانی تباہی مقصود ہو۔ قرآن وسنت مال، زمین، خوراک، پانی اور معاشی حقوق کے تحفظ کو تباہی کے مرحلے سے بہت پہلے شرعی ذمہ داری کے دائرے میں رکھتے ہیں۔

تیسرا تعلق گروہی امتیاز سے ہے۔ Genocide Convention کا تحفظ چار مخصوص گروہوں قومی، نسلی، نژادی اور مذہبی سے متعلق ہے۔ قرآن فرعونی نظام میں مخصوص جماعت کے استضعاف کو فساد کے ساتھ جوڑتا ہے، جبکہ سورۃ المائدہ میں دشمن قوم کے ساتھ بھی انصاف برقرار رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

چوتھا تعلق دولت اور وسائل کے ارتکاز سے ہے۔ Genocide Convention کا موضوع معاشی نظام کی تشکیل نہیں، لیکن جب وسائل سے محرومی جسمانی تباہی کا وسیلہ بن جائے تو وہ اس کے دائرے میں آتی ہے۔ قرآن معاشی نظم کے ابتدائی مرحلے ہی میں ناحق مال کھانے، حقوق گھٹانے اور اجتماعی مال کو محدود طبقے تک رکھنے کے خلاف اصول قائم کرتا ہے۔

پانچواں بنیادی فرق ثبوت اور قانونی حد کا ہے۔ کنونشن میں کسی فعل کو نسل کُشی قرار دینے کے لیے مخصوص ارادہ ثابت کرنا ضروری ہے۔ قرآن میں ظلم کی ممانعت کے لیے اس حد کا انتظار نہیں کیا جاتا۔ مالی حق تلفی اپنی جگہ ممنوع ہے، زمین غصب کرنا اپنی جگہ ممنوع ہے، ظلم اور استضعاف اپنی جگہ مذموم ہیں، خواہ وہ نسل کُشی کی آخری قانونی سطح تک پہنچیں یا نہ پہنچیں۔

اس تقابل کا اہم نتیجہ یہ ہے کہ کنونشن اور اسلامی مصادر کے دائرے مختلف ہونے کے باوجود انسانی زندگی کے معاشی اسباب کی حفاظت دونوں مطالعات میں اہمیت رکھتی ہے۔ بین الاقوامی قانون اس انتہائی مرحلے کو متعین کرتا ہے جہاں محرومی جرمِ نسل کُشی کا مادی فعل بن سکتی ہے، جبکہ قرآن وسنت اس سے پہلے کے متعدد مراحل ناحق قبضہ، مالی حق تلفی، امتیاز، استضعاف اور ناانصافی کو بھی اخلاقی وشرعی طور پر ممنوع قرار دیتے ہیں۔

معاشی محرومی اور نسل کُشی کے نتائج

کسی گروہ کی جسمانی بقا کے وسائل کو منظم طور پر ختم کرنے کے اثرات صرف فوری اموات تک محدود نہیں رہتے۔ اس نوع کی محرومی انسانی، معاشی، سماجی اور اخلاقی سطح پر دوررس نتائج پیدا کرتی ہے۔

- سب سے پہلا نتیجہ ذرائع معاش کی تباہی ہے۔ زمین، تجارت، روزگار اور کاروبار سے محرومی کے نتیجے میں افراد اور خاندان اپنی معاشی خود کفالت کھو دیتے ہیں۔ جب اس صورتِ حال کا نشانہ ایک مخصوص انسانی جماعت ہو تو اس کے اجتماعی ادارے اور باہمی تعاون کے نظام بھی کمزور ہوتے جاتے ہیں۔
- دوسرا نتیجہ غذائی عدم تحفظ ہے۔ اگر کسی آبادی کی زرعی زمین چھین لی جائے، تجارت روک دی جائے یا خوراک تک رسائی منظم طور پر محدود ہو تو

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

غذائی قلت پیدا ہوتی ہے۔ طویل غذائی قلت بچوں، حاملہ خواتین، بیمار افراد اور معمر آبادی پر زیادہ شدید اثرات مرتب کرتی ہے اور بالآخر موت کا سبب بن سکتی ہے۔

- تیسرا نتیجہ صحت کے نظام کا انہدام ہے۔ طبی مراکز، ادویات اور غذائیت تک عدم رسائی سے قابلِ علاج بیماریاں بھی جان لیوا بن جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی عدالتی تشریحات میں ضروری طبی خدمات سے محرومی کو دفعہ دوم (ج) کے ممکنہ افعال میں شامل کیا گیا ہے۔[28]
- چوتھا نتیجہ جبری بے دخلی اور بے گھری ہے۔ انسان جب زمین اور مکان سے محروم ہو جاتا ہے تو صرف اس کی جائیداد نہیں جاتی بلکہ معاشی اور سماجی تحفظ کا بنیادی ڈھانچہ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر بے گھر آبادی کو خوراک، علاج اور مناسب پناہ تک رسائی نہ ملے تو بے دخلی جسمانی بقا کے لیے براہِ راست خطرہ بن سکتی ہے۔
- پانچواں نتیجہ نسل در نسل غربت ہے۔ گھر، زمین، کاروبار، تعلیم اور معاشی روابط کی تباہی کے اثرات صرف موجودہ نسل تک محدود نہیں رہتے۔ زندہ بچ جانے والے افراد بھی طویل عرصے تک غربت، عدم تحفظ اور معاشی انحصار کا شکار رہ سکتے ہیں۔
- چھٹا نتیجہ معاشرتی اعتماد کا خاتمہ ہے۔ جب ایک گروہ کے مال اور زندگی کو قانونی تحفظ سے محروم کیا جائے اور دوسرے طبقات اس عمل سے فائدہ اٹھائیں تو ریاستی قانون اور اجتماعی اخلاق پر اعتماد کم ہوتا ہے۔
- ساتواں اور شاید سب سے گہرا نتیجہ اخلاقی بے حسی ہے۔ جب کسی جماعت کی بھوک، بے گھری اور موت معمول کا منظر بن جائے تو ظلم کے خلاف اجتماعی حساسیت ختم ہونے لگتی ہے۔ قرآن اسی اخلاقی زوال کو "لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ" کے ذریعے بیان کرتا ہے۔

یوں معاشی محرومی صرف مالی نقصان نہیں بلکہ کسی انسانی گروہ کے جسمانی، معاشرتی اور نسلی تسلسل پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں دفعہ دوم (ج) کی قانونی معنویت پوری طرح سامنے آتی ہے۔

خاتمہ

نسل کُشی کی حقیقت کو صرف براہِ راست قتل تک محدود کر دینا اس جرم کے ان طریقوں کو نظر انداز کر دیتا ہے جن میں کسی انسانی گروہ کو بتدریج ایسے حالات میں پہنچایا جاتا ہے جہاں اس کی جسمانی بقا ممکن نہ رہے۔ کنونشن انسدادِ نسل کُشی کی دفعہ دوم (ج) اسی حقیقت کو قانونی طور پر تسلیم کرتی ہے۔ اس شق کے تحت کسی قومی، نسلی، نژادی یا مذہبی گروہ پر ایسے حالاتِ زندگی دانستہ طور پر مسلط کرنا جو اس کی کلی یا جزوی جسمانی تباہی کے لیے وضع کیے گئے ہوں، مخصوص ارادے کی موجودگی میں نسل کُشی کا مادی فعل ہو سکتا ہے۔

اس قانونی تصور میں معاشی محرومی اس وقت خصوصی اہمیت اختیار کرتی ہے جب زمین، خوراک، پانی، طبی خدمات، رہائش اور ذرائع معاش جیسے بنیادی وسائل کسی محفوظ گروہ کے خلاف تباہی کے وسیلے کے طور پر استعمال ہوں۔ تاہم یہ تعلق خود کار نہیں۔ ہر معاشی پابندی، ہر جائیداد کی ضبطی، ہر غربت اور ہر جبری نقل مکانی نسل کُشی نہیں۔ نسل کُشی کی قانونی شناخت کے لیے کنونشن کے متعین عناصر، بالخصوص گروہ کو جسمانی طور پر تباہ کرنے کا مخصوص قصد، ناگزیر ہے۔

قرآن و سنت اس موضوع کو جدید بین الاقوامی قانون کی فنی اصطلاحات میں بیان نہیں کرتے، لیکن وہ معاشی ظلم اور اجتماعی استضعاف کے ان بنیادی مظاہر کو واضح طور پر موضوع بناتے ہیں جو انسانی زندگی اور معاشرتی امن کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت میں مالی حق تلفی اور فساد کا تعلق، سورۃ الحشر میں مال کی محدود طبقاتی گردش کی نفی، قارون کے واقعے میں دولت سے پیدا ہونے والے بغی اور تکبر کی مذمت، اور فرعون کے نظام میں گروہی تقسیم، استضعاف اور قتل کا تعلق اس قرآنی فکر کے مختلف پہلو ہیں۔

فرعون کا واقعہ خصوصاً اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ جسمانی قتل سے قبل مخصوص جماعت کو کمزور، غیر مساوی اور محکوم بنایا جا سکتا ہے۔ قرآن

کا بیان پہلے اقتداری استکبار، پھر گروہی تقسیم، اس کے بعد استضعاف اور پھر قتل کا ذکر کرتا ہے۔ یہ ترتیب جدید نسل کُشی کے ہر واقعے کا لازمی تاریخی نمونہ نہیں، لیکن منظم اجتماعی ظلم کی ساخت کو سمجھنے کے لیے ایک اہم قرآنی بصیرت فراہم کرتی ہے۔

سنتِ نبوی اس تصور کو جان، مال، عزت، زمین، معاہد انسان اور بنیادی وسائل کی حفاظت کے ذریعے عملی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ انسانی خون اور مال کی مشترک حرمت اس امر کو واضح کرتی ہے کہ انسانی بقا کو اس کے معاشی حقوق سے مکمل طور پر الگ نہیں کیا جا سکتا۔

اس طرح کنونشن اور اسلامی مصادر کے تقابلی مطالعے سے دو مختلف مگر باہم متعلق سطحیں سامنے آتی ہیں۔ بین الاقوامی قانون اس انتہائی حد کی شناخت کرتا ہے جہاں بنیادی وسائل سے دانستہ محرومی، مخصوص قصد کے ساتھ، نسل کُشی کے جرم میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ قرآن و سنت اس سے پہلے ہی ظلم، حق تلفی، استضعاف، املاک پر ناجائز قبضے، معاشی فساد اور دشمنی کی بنیاد پر ناانصافی کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

اس تحقیق کا مرکزی نتیجہ یہ ہے کہ معاشی ظلم اور نسل کُشی کو مترادف قرار دینا درست نہیں، لیکن نسل کُشی کے عمل میں معاشی محرومی اور وسائل سے منظم بے دخلی کے ممکنہ کردار کو نظر انداز کرنا بھی درست نہیں۔ انسانی گروہ کی جسمانی بقا اس کی خوراک، پانی، زمین، رہائش، علاج اور ذرائع معاش سے وابستہ ہے؛ اسی لیے ان وسائل کا دانستہ خاتمہ بعض حالات میں جسمانی تباہی کے اسی مقصد کو حاصل کر سکتا ہے جو براہِ راست قتل سے حاصل ہوتا ہے۔

قرآن و سنت میں عدل، حرمتِ نفس، حرمتِ مال، رفعِ ظلم اور مستضعفین کے حقوق کا تحفظ اس حقیقت کو مزید واضح کرتا ہے کہ انسانی جان کی حقیقی حفاظت میں ان وسائل اور حالاتِ زندگی کی حفاظت بھی شامل ہے جن پر انسانی وجود قائم ہے۔

حواشی و مراجع

[1] United Nations, *Convention on the Prevention and Punishment of the Crime of Genocide*, adopted by General Assembly Resolution 260 A (III), 9 December 1948, United Nations Treaty Series, vol. 78, p. 277, Art. II.
[2] United Nations, *Convention on the Prevention and Punishment of the Crime of Genocide*, Art. II(c).
[3] International Court of Justice, *Application of the Convention on the Prevention and Punishment of the Crime of Genocide (Bosnia and Herzegovina v. Serbia and Montenegro), Judgment*, I.C.J. Reports 2007, pp. 121–123, paras. 186–189.
[4] United Nations, *Genocide Convention*, Art. I; Convention adopted 9 December 1948 and entered into force 12 January 1951.
[5] International Court of Justice, *Bosnia and Herzegovina v. Serbia and Montenegro*, Judgment, 2007, paras. 186–189.
[6] International Criminal Court, *Elements of Crimes* (The Hague: International Criminal Court), Art. 6(c), n. 4: conditions of life may include deliberate deprivation of resources indispensable for survival, including food or medical services, or systematic expulsion from homes.
[7] International Criminal Tribunal for Rwanda, *Prosecutor v. Jean-Paul Akayesu*, Case No. ICTR-96-4-T, Judgment, 2 September 1998, paras. 505–506.
[8] International Court of Justice, *Application of the Convention on the Prevention and Punishment of the Crime of Genocide (Croatia v. Serbia), Judgment*, I.C.J. Reports 2015, p. 66 ff., especially paras. 161–163.
[9] United Nations Office on Genocide Prevention and the Responsibility to Protect, *Framework of Analysis for Atrocity Crimes: A Tool for Prevention* (New York: United

Nations, 2014; reprinted 2018), p. 18, Risk Factor 9, indicators 9.1–9.4.

[10] محمد بن جریر الطبری، جامع البیان فی تأویل القرآن، تحقیق احمد محمد شاکر (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، طبع اول، 1420ھ/2000ء)، ج15، ص446–447۔ مکتبہ شاملہ، ترقیم موافق للمطبوع۔

[11] الطبری، جامع البیان، ج23، ص279–280۔

[12] محمد بن أحمد الأنصاری القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، تحقیق احمد البردونی وابراہیم أطفیش (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، طبع دوم، 1384ھ/1964ء)، ج18، ص17–18۔ مکتبہ شاملہ، ترقیم موافق للمطبوع۔

[13] محمد الطاہر ابن عاشور، التحریر والتنویر: تحریر المعنی السدید وتنویر العقل الجدید من تفسیر الکتاب المجید (تونس: الدار التونسیۃ للنشر، 1984ء)، ج28، ص85۔ مکتبہ شاملہ، ترقیم موافق للمطبوع۔

[14] الطبری، جامع البیان، ج19، ص516–518۔

[15] ابن عاشور، التحریر والتنویر، ج21، ص66–69۔

[16] الطبری، جامع البیان، ج19، ص518۔

[17] القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج6، ص71۔

[18] محمد بن إسماعیل البخاری، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ ﷺ وسننہ وأیامہ، تحقیق محمد زہیر بن ناصر الناصر (بیروت: دار طوق النجاۃ، طبع اول، 1422ھ)، ج1، ص24، حدیث: 67۔

[19] البخاری، الصحیح، ج4، ص99، حدیث: 3166۔

[20] البخاری، الصحیح، ج3، ص130، حدیث: 2452۔

[21] سلیمان بن الأشعث أبو داود السجستانی، سنن أبي داود، تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید (صیدا، بیروت: المکتبۃ العصریۃ، بلا تاریخ)، ج3، ص278، حدیث: 3477۔

[22] محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی (قاہرہ: دار إحیاء الکتب العربیۃ، بلا تاریخ)، ج2، ص784، احادیث: 2340–2341۔ حدیث "لا ضرر ولا ضرار" کے متعدد طرق ہیں اور یہ فقہی قواعد میں معروف و مستعمل ہے۔

[23] United States Holocaust Memorial Museum, "'Aryanization'," *Holocaust Encyclopedia*, Washington, DC; نیز United States Holocaust Memorial Museum, "Anti-Jewish Legislation in Prewar Germany," *Holocaust Encyclopedia*. ان مراجع میں 1933ء سے 1945ء تک یہودی ملکیت اور کاروبار کو غیر یہودی ملکیت میں منتقل کرنے اور یہودیوں کو معاشی زندگی سے منظم طور پر خارج کرنے کی تفصیل موجود ہے۔

[24] Alison Des Forges, *Leave None to Tell the Story: Genocide in Rwanda* (New York: Human Rights Watch and International Federation of Human Rights, 1999), بالخصوص "History" اور "The Strategy of Ethnic Division" کے ابواب۔

[25] United Nations, *Framework of Analysis for Atrocity Crimes*, p. 18.

[26] ICTR, *Prosecutor v. Akayesu*, paras. 505–506.

[27] International Criminal Court, *Elements of Crimes*, Art. 6(c), n. 4.

[28] ICJ, *Croatia v. Serbia*, Judgment, 2015, paras. 161–163؛ نیز ICTR, *Akayesu*, paras. 505–506.